برصغیر میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ

امیر الدین مہر

خطہ سندھ کو برصغیر میں باب الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے ' اسلام کا آفتاب سب سے پہلے جس خطہ پر ضوفشاں ہوا وہ سرزمین سندھ ہے اور یہیں سے پھر برصغیر کے دیگر خطے روشن ہوئے' اسی طرح سندھ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ دنیا میں کسی بھی زبان میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ اسی سرزمین میں ہوا ۔ محقق تاریخ دانوں کے نزدیک خطہ سندھ کو یہ سبقت و اولیت دو موقعوں پر حاصل ہوئی ہے۔

قرآن مجید کا ایک ترجمہ بہت عرصہ پہلے سندھی زبان میں ہوا جو مؤرخین کی تحقیق کے مطابق ۲۷۰ ھ میں جیسلمیر کے راجہ مہروگ بن رائگ کے لئے ایک عرب عالم عبداللہ نامی نے کیا تھا ۔ یہ عالم تین سال تک راجہ کو اسلام کی تعلیم دیتے رہے ۔ راجہ موصوف نے اگرچہ اسلام قبول کر لیا تھا مگر ملکی مصالح کی بناء پر اسلام کا اظہار نہ کر سکا ' البتہ اس نے اپنے استاد کی خدمت میں بہت سارا سونا نذر کیا ۔ یہ ترجمہ زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا اور ضائع ہوگیا۔(۱)

اس کے بعد برصغیر کا پہلا فارسی ترجمہ قرآن بھی باب الاسلام سندھ میں ہی ہوا جو مخدوم لطف اللہ بن مخدوم نعمت اللہ المعروف مخدوم نوح رحمہ اللہ علیہ (۹۱۱ھ تا ۹۹۸ھ) ساکن ہالا ضلع حیدر آباد نے کیا ۔ یہ ترجمہ زمانے کی دست برد سے محفوظ رہا اور بحمداللہ اب طبع ہوکر شائع ہوگیا ہے۔ مذکورہ ترجمے کی طباعت و اشاعت سے پہلے عام طور پر اہل علم میں یہ مشہور تھا کہ برصغیر میں سب سے پہلا مکمل ترجمہ قرآن شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی (۱۷۰۳ء ـ ۱۷۶۲ء) کا ہے لیکن اب مخدوم نوح کے اس ترجمہ کی طباعت و اشاعت کے بعد یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ برصغیر میں پہلا ترجمہ شاہ ولی اللہ کے ترجمے سے تقریباً دو سو سال پہلے خطہ سندھ میں ہوا ہے۔

مترجم کے حالات زندگی :

مخدوم نوح کا نسبی تعلق اکتیسویں پشت میں سیدنا ابوبکرؓ سے جاکر ملتا ہے۔(۲) ۔

حضرت نوحؑ کا خاندان عرب سے کس دور میں برصغیر منتقل ہوا ' اس بارہ میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا' البتہ عام روایت یہ ہے کہ یہ خاندان مجاہدین اسلام کے ساتھ دعوت و تبلیغ اور جہاد کے لئے چلتے ہوئے سب سے پہلے کوٹ کروڑ ضلع ڈیرہ غازی خان' پنجاب میں آکر آباد ہوا۔ کچھ عرصہ یہاں گزارنے کے بعد یہ خاندان بوبک ضلع دادو سندھ میں بسلسلہ دعوت و تبلیغ آکر آباد ہوگیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد شیخ فخرالدین کبیر کے پوتے شیخ فخرالدین صغیر سیرو سفر کرتے ہوئے ھالا کنڈی موجودہ شہر ھالا ضلع حیدر آباد میں وارد ہوئے اور علاقے کے لوگوں کے اصرار پر انہوں نے یہاں سکونت اختیار کر لی۔ شجرہ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم نوح اور شیخ فخرالدین کے درمیان چار پشتیں گزری ہیں۔(۳)۔

ولادت :

مخدوم نوح کی ولادت ۲۷ رمضان المبارک ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۰ء جمعرات کو ہوئی ۔ آپ کا ابتدائی نام لطف اللہ رکھا گیا ' لیکن بعد میں اسے تبدیل کر کے نوح رکھ دیا گیا' جس کو چار دانگ عالم میں شہرت حاصل ہوئی ۔ نام کی اس تبدیلی کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں لیکن شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ (۱۸۵۳ء تا ۱۹۲۹ء) کی تحقیق کے مطابق مخدوم نعمت اللہ کو ایک کامل فقیر نوح ہوتزانی نے کہا تھا کہ میری وفات کے بعد اپنے فرزند کا نام نوح رکھنا ۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے فرزند کا پہلا نام لطف اللہ تبدیل کرکے نوح رکھا(۴)۔ آپ کے کئی صفاتی نام و القاب بھی مریدوں میں مشہور ہیں مثلاً" مرشد الطالبین' غوث الحق' قطب الاقطاب' بدر الموحدین' امین' انور وغیرہ(۵)۔

تعلیم :

جب شیخ نوح سات سال کے ہوئے تو حسب دستور آپ کو تعلیم کے لئے مکتب میں بٹھایا گیا۔ آپ کے ابتدائی استاد مخدوم شاھڈ نو عرف عربی دیانہ (م ۹۸۰ھ) ہیں۔ یہ بزرگ (شاھڈنو) سندھ کے مشہور عالم عظیم صوفی شاعر شاہ عبداللطیف (۱۶۸۹ء تا ۱۷۵۲ء) کے نانا تھے۔ مخدوم نوح نے اپنی جودت طبع ' ذہانت اور تیز حافظے کی وجہ سے قرآن مجید کے ۲۵ پارے تھوڑے ہی عرصے میں حفظ کر لئے اور پھر فقہ کی تعلیم شروع کر دی ۔ بعض روایات کے مطابق اکتسابی علم کے ساتھ ہی ساتھ علم لدنی سے بھی وہ فیض یاب ہوئے ہیں لہٰذا آپ کو

اویسی کہا جاتا ہے اس لئے کہ اویسی وہ ہے جو ظاہری استاد و مرشد نہ لے بلکہ رسالت پناہ اور حق تعالی سے براہ راست فیض حاصل کرے(٦)۔لیکن مخدوم نوح کے علمی ورثے اور تفسیری نکات کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ نے رواجی طریقہ تعلیم سے اکتساب نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس دور کے مروجہ علوم بھی حاصل کئے تھے ۔ چنانچہ علامہ قاسمی ' مخدوم موصوف کے ترجمہ قرآن کے مقدمے میں رقمطراز ہیں :

" ان حوالوں اور روایتوں سے حضرت مخدوم مترجم کا اویسی ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن اویسی ہونا ظاہری علوم کے درس و تدریس میں مانع نہیں ہے ۔ مخدوم معظم کے علمی آثار جیسے ترجمہ قرآن مجید اور قرآنی علوم کی گہرائیوں میں آمدہ روایات اور تفسیری نکات (جن کا میں نے تھوڑا سا تذکرہ کیا ہے) واضح کرتے ہیں کہ حضرت مترجم علامہ حافظ قرآن اور ظاہری علوم کے مکمل عالم تھے ۔ اگرچہ انہوں نے مروجہ طریقہ پر علوم کی تکمیل نہیں کی تھی لیکن خانقاہوں میں جو قدیم تعلیم کی رسم جاری تھی اس کے مطابق وہ اکتسابی علوم سے اچھی طرح بہرہ ور ہوئے تھے ۔(٧)

طریقت و سلوک :

مخدوم نوح سلوک میں سہروردیہ طریقے کے پیروکار تھے اور سہروردیہ طریقے کو سندھ میں از سر نو رائج کرنے میں شیخ کا بڑا کردار رہا ہے۔ اس حقیقت کو مولانا قاسمی نے اپنے مقدمہ بر قرآن مجید فارسی میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"لیکن زمانے کی گردش اور طویل عرصہ گزرنے کی وجہ سے سہروردی طریقے اور سلوک میں گزشتہ دور والی رونق نہ رہی ' یہاں تک کہ اس درسگاہ کے بانی مخدوم نوح بکھری سندھی کے ہمنام غوث الحق مخدوم نوح سرور ہالائی نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی (١٢٣٤ء) کی طرح عرفان و سلوک کی درسگاہ کی ہالا سندھ میں بنیاد رکھی ۔ پھر معرفت کے اس سورج کی کرنوں سے بلاد سندھ اور اس کے گرد و نواح روشن ہوئے اور سینکڑوں ہزاروں افراد مریدوں اور عقیدت مندوں کی صف میں شامل ہو کر احسان و تقرب کے درجات پر فائز ہوئے ۔ اس طرح سہروردی طریقے میں نئی جان پیدا ہو گئی ۔ مخدوم نوح نے صرف زبانی فیض رسانی پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے قرآن مجید کی علمی خدمت فرماتے ہوئے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

اس لئے کہ اس دور میں اس علاقے کی علمی و ملکی زبان فارسی تھی - پھر تصوف کی تالیفات کا اصلی و اساسی اور عمومی ماخذ قرآن مجید ہی ہے۔" -(۸)

مخدوم نوح کے ارادت مندوں اور خلفاء کا حلقہ بہت وسیع تھا 'جو سندھ کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے - ان میں سے چند مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں -(۱) سید ابوبکر لکطوی (۲) درویش عمر(۳) درویش عثمان (۴) بہاء الدین دلق پوش (گوزریہ) (۵) شاہ عبدالکریم بلڑی والے (۶) شاہ خیرالدین جیلانی (۷) مخدوم ساھڑ (۸) حاجی نعمت اللہ چشتی پنجابی جو ولی دوران عیسی جند اللہ کے مصاحبین میں سے تھے (۹) ملا کاتیا (۱۰) فقیر یونس تارکی۔

مذکورہ بالا حضرات اپنے علم و فضل زہد و تقویٰ دعوت و ارشاد اور بعض تصنیف و تالیف کی وجہ سے کافی مشہور ہوئے۔ انہوں نے اپنی خانقاہیں قائم کیں جہاں سے لاکھوں انسانوں نے فیض حاصل کیا۔

مخدوم نوح سرور سنت پر سختی سے کاربند رہنے کے قائل تھے اور کبھی کوئی بات خلاف سنت نہ کہتے اور نہ ہی کرتے تھے۔ چنانچہ سراج العارفین میں مرقوم ہے "سید طیب کہتے ہیں کہ حضرت غوث الحق (مخدوم نوح) نے بچپن سے لے کر بڑھاپے تک بلکہ دارالبقاء میں انتقال کرنے تک کوئی کام خلاف شرع نہیں کیا - عام طور پر خلوت و جلوت میں تفسیری نکات بیان کرنے ' احادیث نبویہ کی روایت کرنے اور بزرگوں کے ملفوظات کی تشریح کرنے میں اپنا وقت صرف کرتے تھے - اور آپ کا ان امور کو بیان کرنے کے علاوہ کوئی اور شغل نہیں ہوتا تھا"(۹) - اسی طرح آپ ان تمام صفات عالیہ سے متصف تھے جو ایک ولی کامل میں ہونی چاہئیں - جیسے توکل ' شکر ' صبر و رضا ' زہد و تقوی اور ذکر وغیرہ جن میں وہ سلف صالحین کا عملی نمونہ تھے - آپ نے ایک بڑی درگاہ کے سجادہ نشین ہونے کے باوجود فقر اختیاری کو اپنایا اور تمام دنیاوی ساز و سامان اور راحت و عیش کے غیر ضروری اسباب کو ٹھکرا دیا - آپ اپنے گھر میں رزق بقدر کفاف رکھتے تھے - اس سے زائد فقراء ' مریدان اور طالبان علم میں تقسیم کر دیتے تھے - روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید الفطر کے موقع پر آپ کے گھر میں کوئی چیز موجود نہیں تھی مخدوم صاحب نے یہ حالت دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ و السلام کی سنت ادا ہوگئی۔(۱۰)

وفات :

سید عبدالقادر ٹھٹوی رقم طراز ہیں "حضرت مخدوم (نوح) جمعرات کو بوقت صبح تاریخ ۲۷ ذی القعدہ رحلت فرما گئے۔ فقیر حقیر نے یہ کلمہ ان کی تاریخ (وفات) میں کہا تھا" شیخ بنوح بود "یعنی ۹۹۸ھ میں ذو الجلال کی وحدت کے خم خانہ سے خدائے واحد کی ملاقات کا جام صافی ہاتھ میں لیا اور نوش کرکے روح کو راحت رسان کرکے منزل میں جاکر آرام فرما ہوئے اور وہاں کے ارواح کو اپنی آمد کا خوش کن مژدہ سنایا"۔(۱۱)

بعض روایات کے مطابق حضرت مخدوم اپنی وفات سے قبل عشاء کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے مسجد کے دروازے کا کنڈہ پکڑ کر سندھی زبان میں یہ شعر کہا اور گھر پہنچتے ہی رحلت فرما گئے۔

"یعنی فقیر درویش اس دنیا کی لذتوں سے ملول ہو کر آخرت کا سفر شروع کر رہے ہیں اور اس سفر کے لئے جواں اونٹوں پر رات کے پہلے پہر میں کجاوے کس رہے ہیں۔"(۱۲)

جمعہ کے روز ہالہ کنڈی (پرانہ ہالہ) میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ چند سالوں بعد دریائے سندھ میں طغیانی کے باعث جسد مبارک کے تابوت کو وہاں سے نکال کر قریہ اسلام آباد میں جسے اب ہالہ نیا کہتے ہیں دفن کیا گیا ۔ جہاں آپ کا مزار اس وقت مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

برصغیر کا پہلا ترجمہ قرآن کریم

قرآن مجید کے فارسی ترجمے کی ابتداء سب سے پہلے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ) نے کی ہے۔ چنانچہ علامہ سرخسی اپنی مشہور تالیف مبسوط میں لکھتے ہیں : روی ان الفرس کتبوا الی سلمان ان یکتب لھم الفاتحۃ بالفارسیۃ و کانوا یقرؤن ذلک فی الصلوۃ حتی لانت السنتھم للعربیہ (۱۳)۔اسی بات کی مزید تشریح و تائید کرتے ہوئے روح المعانی کے مصنف لکھتے ہیں : وفی النھایۃ والدرایۃ ان اھل فارس کتبوا الی سلمان الفارسی ان یکتب لھم الفاتحۃ بالفارسیۃ فکتب(۱۴)۔ لیکن یہ ترجمہ تاریخ کی دست برد سے محفوظ نہیں رہا اور ضائع ہوگیا۔ البتہ قرآن مجید کے فارسی ترجمے کی ابتداء کے نشان چھوڑ گیا اور آنے والے دور کے اہل علم کے لئے ایسی راہ متعین کر دی کہ جس پر چلتے ہوئے انھوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو

عام کیا۔

اس سلسلے کی ایک کڑی حضرت مخدوم نوحؒ کا ترجمہ قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس مضمون کی ابتداء میں واضح کیا ہے کہ برصغیر میں سب سے پہلا مکمل ترجمہ قرآن مخدوم نوحؒ کا ہے۔ علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی اس ترجمے کے مقدمے میں رقمطراز ہیں "یہ اعلیٰ ترجمہ ہماری تحقیق کے مطابق برصغیر میں قرآن مجید کا سب سے پہلا مبارک ترجمہ ہے جو دسویں صدی ہجری میں لکھا گیا ہے۔ حضرت مخدوم نوحؒ اس خطے میں شیخ المشائخ تھے ۔ انہیں قرآن مجید سے اسقدر شغف تھا کہ ہر مجلس میں قرآن مجید کے معنی اور تفسیر بیان کرتے تھے ۔ پھر جس وقت بھی ذکر الہیٰ سے جو کہ مشائخ کا وظیفہ ہے فرصت پاتے قرآن کی تفسیر بیان کرتے اور علماء کرام آنجناب سے قرآنی اسرار کا استفادہ کرتے ۔(۱۵)

شیخ ممدوح کی قرآن دانی کے بارے میں ان کے ایک معاصر سید عبدالقادر ٹھٹوی لکھتے ہیں : "فضل سبحانی (اللہ تعالیٰ) کے فیض سے آپکا باطن اسقدر نورانی اور روشن تھا کہ قرآنی آیات اور کلام اللہ کے مشکل مقامات اس انداز سے بیان کرتے اور ادا کرتے کہ کبار علماء اور مفسرین کرام ایسی تقریر اور ایسا بیان نہیں کر سکتے تھے ...... اور ہمیشہ مخلوق کو خدائی راہ دکھاتے اور وعظ و نصیحت فرماتے رہتے۔"(۱۶)

نیز آپ سامعین اور سائلین کے علمی معیار' ان کی سمجھ اور ظرف کے مطابق تفسیر بیان فرماتے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتے تھے۔(۱۷)

ایک آیت کے کئی معانی و مطالب بیان کرنے کے متعلق سراج العارفین کے مصنف لکھتے ہیں: "حضرت مخدوم معظم بعض اوقات ایک آیت کے سینکڑوں معانی و اسرار بیان کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنی مجلس میں آیت کریمہ (واللہ خلقکم وما تعملون) کے تین سو ساٹھ نکات اور پہلو بیان کئے۔(۱۸)

قرآن مجید مترجم فارسی کی خصوصیات :

اس ترجمہ قرآن کی بہت سے خصوصیات اور خوبیاں ہیں' ان میں ہم چند ایک کا مختصر سا تذکرہ کرتے ہیں۔:

(۱) دسویں صدی ہجری کے وسط میں جب یہ ترجمہ کیا گیا تو اس وقت برصغیر میں قرآن مجید

کا کوئی ترجمہ موجود نہیں تھا اور نہ اھل علم اس قسم کا کام کرنے کے لئے عملاً تیار تھے۔ اگرچہ یہ وہ دور ہے جب برصغیر میں فارسی زبان سرکاری دفتری اور عمومی علمی زبان تھی۔ اس دور میں سر زمین سندھ میں علم کا اچھا خاصا چرچا تھا' ٹھٹہ' ٹیاری (متعلوی) بکھر اور بوبک وغیرہ میں علم و روحانیت کے فیض جاری تھے ۔ لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ ان حالات میں مرد قلندر مخدوم نوحؒ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور قرآن مجید کا فارسی زبان میں بہترین ترجمہ کیا جب کہ برصغیر کے فلسفی محدث مفسر و مترجم قرآن ماحی شرک و بدعت و محی السنہ شیخ احمد المعروف شاہ ولی اللہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے ۔ شاہ ولی اللہؒ نے قرآن مجید کا ترجمہ ۱۱۵۱ھ میں لکھنا شروع کیا اور ۱۱۵۲ھ میں مکمل کیا اور ۱۱۵۶ھ میں اس کی باقاعدہ تدریس شروع ہوئی (۱۹) اس طرح شاہ ولی اللہؒ کا ترجمہ مخدوم نوحؒ کے ترجمے کے دو سو سال بعد منصہ شہود پر آیا ۔ البتہ یہ ترجمہ ابتداء میں شہرت حاصل نہیں کر سکا اور شاہ ولی اللہ کا ترجمہ مشہور ہو گیا اور زیور طبع سے آراستہ ہو کر خواص و عوام میں معروف و مشہور ہوگیا۔

(۲) حروف مقطعات اور متشابہات کے اسرار و رموز کو اختصار اور اشارے سے ترجمے میں بیان کرتے ہیں ۔ مثلاً" الم (البقرہ) کا ترجمہ یہ کرتے ہیں :

"من خدائی کہ من دانم"۔ الم (آل عمران) کا ترجمہ لکھتے ہیں :"منم خدائے سزاوار پرستش کہ ے دانم " اور المص (اعراف) کا ترجمہ تحریر کرتے ہیں : "منم خدای می دانم و هویدا می کنم" ۔ اسی طرح انھوں نے اکثر مقطعات کا مفہوم بیان کیا ہے ۔ الر کا رمز لکھا ہے : "من خدائے کہ ے بینم" حروف مقطعات کے بارے میں مخدومؒ کا طریقہ قدیم مفسرین کرام کے مطابق ہے جنھوں نے ان حروف کے معانی اسی انداز سے بیان کئے ہیں ' تفسیر قرطبی میں ہے :

"ابو الضحی نے حضرات ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھوں نے (الم انا اللہ اعلم' الر انا اللہ ار ی' المص، انا اللہ افضل فالا لف تودی عن معنی انا والام تؤدی عن اسم اللہ و المیم تؤدی عن معنی اعلم و اختار ھذالزجاج) (۲۰)

تفسیر الماوردی میں ہے : ان حروف مقطعۃ من اسماء و افعال فالالف من انا و الام من اللہ و المیم من اعلم فکان معنی ذلک : انا اللہ اعلم و ھذا قول ابن مسعود و سعید بن جبیر و نحوہ عن ابن عباس ایضا(۲۱) ۔اسی سے ملتے جلتے اقوال الدر المنثور اور تفسیر ابن جریر طبری میں آئے ہیں۔(۲۲)

(۳) مترجمؒ بہت سے تفسیری و تشریحی نکات بین السطور قوسین میں بیان کر دیتے ہیں تاکہ مفہوم میں کوئی ابہام نہ رہے ۔ یہ انداز مترجم نے جا بجا اختیار کیا ہے ۔ جیسے سورہ فاتحہ کے ترجمے میں وہ لکھتے ہیں : "نہ راہ آنہا کہ خشم گرفتہ است بر ایشان (یعنی یہودان) ونہ راہ گمراہاں (یعنی ترسایان)"۔ سورہ بقرہ آیت ۲۷ کے الفاظ ان یوصل کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں : " بآنکہ پیوندند (از ایمان بمحمد و سائر پیغمبران) ۔ سورہ القمر کی پہلی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں : "نزدیک شد قیامت و شگافتہ شدہ ماہ (بہ دونیم باشارہ انگشت مبارک سید الانبیاء)" اور سورہ تبت یدا کی آیت ۳ کے ترجمے میں تحریر : "او وزن او (ام جمیل خواھر ابی سفیان) آن (بدبخت) کشندہ ہیزم خار (واندازندہ آن برراہ سید ابرار یا آن مفسدہ نمام علیھا وعلی زوجھا الطرد و اللعنہ)"۔ مترجم علامہ نے پورے ترجمے میں اسی انداز سے جا بجا تفسیری ' تشریحی و توضیحی نکات بین السطور میں بیان کئے ہیں ۔ جس سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتے وقت قاری کے لئے تفسیر و تشریح کی غرض سے کسی اور طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر مترجمؒ نے مختصر تفسیری تعلیقات کو ترجمے کے ضمن میں درج کیا ہے تاکہ ترجمہ سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ بعض مقامات پر یہ تعلیقات ایک قسم کے تفسیری نوٹ یا حاشیے بن جاتے ہیں ۔ علامہ غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی ترجمے کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ : شاہ ولی اللہؒ نے بھی فتح الرحمان کی تعلیقات کو ابتداء میں ترجمے کے ساتھ ہی رکھا تھا بعد میں طباعت کے وقت انہیں حاشے پر درج کیا گیا۔" مزید وہ لکھتے ہیں : "ہم نے بھی ترجمے کے بعض تعلیقات کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے حاشے پر درج کیا ہے لیکن اکثر کو علی حالہ برقرار رکھا ہے تاکہ مترجم کی خواہش اور روش سے روگردانی نہ ہو"۔(۲۳)

تعلیقات کی ایک دو مثالیں پیش کی جا رہی ہیں : و الفجر کا ترجمہ اور تشریح اس طرح ہے : "بحق صبح یا نماز صبح ' یا صبح اول محرم یا ذالحجہ" ۔ سورہ الضحی میں ووجدک ضالا فھدیٰ(۷) "ویافت تراگم (از علم شرائع یا از عبدالمطلب یا از مارت) پس راہ نمود ترابا نھا" ۔ ترجمے کے ساتھ تعلیقات کا سلسلہ دوسرے مفسرین نے بھی اختیار کیا ہے جیسے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں اختیار کیا ہے۔(۲۴)

اس ترجمے کی یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی دیگر فارسی ترجمے میں نہیں پائی جاتی۔

(۴) ترجمہ کی زبان نہایت سہل، سادہ اور آسان ہے اور ہر عالم و غیرعالم کے لئے اس سے بسہولت استفادہ کرنا ممکن ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں : ہم نے یہ ترجمہ بعض ایرانی علماء و فضلاء کو دکھایا تو انھوں نے کہا کہ دسویں صدی میں ہمارے ہاں ایسی ہی فارسی زبان کا چلن تھا۔"(۲۵)

(۵) اکثر مقامات پر بسم اللہ الرحمان الرحیم کا ترجمہ سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے حروف جار کے تعلق سے مختلف تحریر کرتے ہیں - یہ جدت بھی کسی دوسرے فارسی ترجمے میں نہیں پائی جاتی - نیز دوسری زبانوں کے ترجموں میں بھی ایسا کم دیکھا گیا ہے - مثلاً" سورہ فاتحہ کے بسملہ کا ترجمہ ہے:

"ابتداء می کن بنام خدائے سزائے پرستش، روزی دھندہ، رحمت کنندہ"۔ سورہ بقرہ کی بسملہ کا ترجمہ ہے " بنام خدائے رحمت کنندہ عام در دنیا بروزی و رحمت کنندہ خاص در عقبی بمغفرت و فیروزی" - سورہ آل عمران کی بسم اللہ کا ترجمہ ہے : "بنام خدائے روزی دھندہ رحمت کنندہ" - سورہ اسراء کی ابتداء اس طرح کرتے ہیں :"توسل مے کنم بنام خدائے روزی دھندہ رحمت کنندہ"۔ سورہ احزاب کی بسملہ کا ترجمہ ہے: "بنام واجب التعظیم وا الاحترام خدائے رحیم بر عوام و رحیم بر خواص"۔ سورہ حشر میں ہے: "بنام خدائے رحمان دنیاد رحیم آخرت" - بسم اللہ سورہ کوثر کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:" بنام خدائے واجب الوجود، فیاض رحمت وجود خداوند رحمت خاص وعام" - ترجمے کے اس انداز سے سورہ شروع کرتے وقت قاری کے سامنے گویا سورت کا مضمون و موضوع نمایاں ہو جاتا ہے۔

(۶) ترجمے میں اسلاف مفسرین اور محدثین کے انداز اور طریقے کو ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ ترجمہ اور توضیحی نوٹس سلف کے تراجم، تشریحات اور تاویلات کے مطابق تحریر کیے گئے ہیں۔

(۷) اس ترجمے کی ایک خوبی یہ ہے کہ مترجم نے اس دور میں قرآن مجید کا رواں ترجمہ کیا جب کہ بعض مترجم آج بھی لفظی ترجمے سے آگے نہیں بڑھتے اس طرح اس ترجمے کو اگر قرآن مجید کی ترجمانی کہا جائے تو بجا ہوگا۔ ترجمے میں روانی، سلاست، شیرینی اور فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے۔ قاری جب یہ ترجمہ پڑھتا ہے تو رواں ترجمے، بین السطور اور تعلیقات کی وجہ سے قرآن مجید کو آسانی سے سمجھتا جاتا ہے - اس میں جہاں مترجم کا علمی کمال ہے، وہاں شیخ سعدی، جامی، حافظ شیرازی کی زبان یعنی فارسی کا بھی کمال ہے کہ جس میں اتنی

وسعت، فصاحت ، بلاغت پائی جاتی ہے کہ قرآن کی عربی مبین کو اپنے اندر سمو کر مفاهیم کو سلاست و روانی اور عمدگی سے بیان کر سکے ۔

ترجمہ کا نسخہ :

مخدوم غلام محمد صدیق (م ۱۳۷۲ ھ) جو کہ موجودہ سجادہ نشین درگاہ سروری مخدوم محمد زمان طالب المولی کے چچا تھے اپنی ایک تحریر میں رقمطراز ہیں : "موجودہ ترجمہ جناب حضرت مخدوم نوحؒ قدس سرہ کے مصحف سے نقل کردہ ہے اور ترجمہ کے کاتب سندھ کے مشہور ولی اللہ فقیر بہاؤ الدین گودڑیہ ہیں جو مخدوم مترجم کے مشہور خلفاء میں سے تھے ۔ یہ ترجمہ ان صاحب نے سید ابو بکر لکیاری آراضی و الونکے لیے تحریر کیا تھا ۔ (۲۶)

علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی نے بھی ایسی ہی روایت خود جناب مخدوم طالب المولی سے نقل کی ہے کہ دادا مترجمؒ کا ترجمہ ہمارے خاندان کے پاس کافی عرصہ تک کتب خانے میں موجود رہا۔ یہ ترجمہ مترجمؒ کے حکم سے ان کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔ یہ نہایت خوشخط نقش و نگار سے مزین اور سنہری حروف میں تحریر کردہ تھا' لیکن طویل زمانہ گزرنے اور لوگوں کے بار بار چھونے سے بوسیدہ ہو کر ضائع ہوگیا۔(۲۷)

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ ترجمہ کا نسخہ مترجم کے خلیفہ اور شاگرد خاص بہاؤالدین کا ہی کتابت کردہ ہے' جو خود عالم باعمل اور مخدوم صاحب کی اولاد کے استاد تھے ۔ سندھ کے مشہور ولی شاہ عبدالکریم بلڑی والے (۱۵۳۷ء ۔ ۱۶۲۲ء) جو مترجم کے مرید خاص تھے اور بہاؤ الدین گودڑیہ کے پیر بھائی تھے ' ان کی بڑی عزت کرتے اور بعض اوقات انکی جوتیاں اٹھا کر چلتے اور انہیں پہننے کے لئے پیش کرتے تھے ۔

گودڑیہ نے یہ ترجمہ مخدوم مترجم کی وفات کے تیرہ سال بعد ان کے مصحف سے نقل کیا ہے ۔ کاتب نے کتابت میں دو خط اور دو روشنائیاں استعمال کی ہیں ۔ قرآن مجید کے متن کا خط نسخ ہے جو سیاہ روشنائی سے تحریرکردہ ہے اور ترجمہ خط نستعلیق میں ہے جو سرخ روشنائی سے لکھا ہوا ہے ۔ دونوں خط زیادہ اچھے نہیں ہیں۔ کاتبؒ نے اس کا خود اقرار کیا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں : "یہ فقیر کاتبوں کی طرح کاتب نہیں ہے ۔"

ترجمہ کی کتابت شروع کرنے اور مکمل کرنے کے بارے میں کاتب نے پہلے صفحے کے

حاشے پر لکھا ہے ، جس سے سن کتابت معلوم ہوتا ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ”معلوم ہو کہ شہر ٹھٹہ سے کتابت کا سامان لانے کے بعد تاریخ ستائیس ماہ شعبان سال ۱۱۰۱ھ میں ترجمہ لکھنا شروع کیا ۔ اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ بحرمت قرآن و بحرمت نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام ترجمہ خیرو سلامتی سے مکمل ہو جائے گا ۔ آمین“۔

کاتب نے اس کے بعد مختلف سورتوں کا ترجمہ لکھنے کا تذکرہ کیا ہے ۔ پھر ترجمہ مکمل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں:

”اس کے بعد پنجشنبہ (جمعرات) کے دن ماہ صفر کی سترہ تاریخ کو فقیر حقیر کے ہاتھ سے بابرکت حجرہ میں قرآن مجید کے صدقے دوپہر کے وقت تاریخ ایک ہزار تیرہ (۱۰۱۳ھ) از ہجرت حضرت رسالت مابؐ ترجمہ مکمل ہوا“ ۔ یعنی ایک سال سات ماہ میں ترجمہ کی کتابت مکمل ہو گئی۔

پھر آخری صفحے پر سرخ روشنائی سے تحریر ہے :

”مصحف کے تحریر کی کاتب نے تاریخ نہیں لکھی ہے، لیکن ترجمہ کی تحریر ایک ہزار تیرہ میں فقیر بہاؤ الدین گوڈڑیہ کے ہاتھ سے مکمل ہوئی، جو سندھ کے فقیروں میں سے ایک ہیں ۔ ترجمہ لکھوانے کا سبب حضرت سید سادات طالب وصول رب العالمین میاں سید ابو بکر سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں “۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متن قرآن مجید کسی اور کاتب نے لکھا ہے البتہ ترجمہ فقیر گوڈڑیہ ہی نے لکھا ہے۔

پھر آخری صفحے کے اختتام پر قل اعوذ کے ترجمے کے بعد متصل لکھا ہوا ہے :

”یہ مصحف کلام ربانی حق اور ملک سیادتماب سید شھاب الدین ولد سید حسین ولد سید محمد ولد غفران پناہ سید ابوبکر متوطن و ساکن موضع کلطوی کا ہے، جو بھی دعویٰ کریگا اس کا دعویٰ باطل و نامسموع ہے“۔

اس ترجمے کو سندھی ادبی بورڈ جام شورو سندھ نے بسلسلہ جشن پندھوریں صدی ہجری طبع کیا ہے ۔ ترجمہ کی تحقیق اور تصحیح سندھ کے مشہور عالم علامہ ابو سعید غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب نے کی ہے ۔ مولانا نے ابتداء میں چالیس صفحات کا ایک پرمغز اور عالمانہ مقدمہ لکھا ہے، جس کے چار حصے ہیں ۔ پہلے حصے میں جمع القرآن ، شروط تفسیر، تفسیر آیات متشابہات اور نسخ آیات پر بحث کی ہے ۔ دوسرے حصے میں فارسی زبان میں قرآن مجید کے تراجم کا مختصر

تذکرہ کیا ہے۔ تیسرا حصہ مخدوم نوحؒ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے ۔ اور چوتھے حصے میں مخدوم صاحب کے علمی کمالات عرفان و معارف قرآنیہ کا تذکرہ کیا ہے ۔

علامہ قاسمی صاحب نے بعض مقامات میں ترجمہ پر مختصر توضیحی حواشی تحریر کئے ہیں ۔ اس طرح یہ ترجمہ عوام و خواص کے لئے علمی استفادے کا بہترین ذریعہ بن گیا ہے ۔ مقدمے کو مستثنیٰ کرنے کے بعد متن قرآن اور ترجمہ ۶۱۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔ ایک صفحے پر یعنی داھنے صفحے پر متن قرآن ہے جو بہترین خط میں تحریر شدہ ہے اور دوسرے (بائیں) صفحے پر ترجمہ درج ہے ۔ ترجمے میں آیات کے نمبر متن کی آیات کی طرح دائرے میں دیئے گئے ہیں جس سے ترجمہ پڑھنے میں بڑی آسانی رہتی ہے ۔

اس ترجمے کے نسخے سندھی ادبی بورڈ جام شورو سندھ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں ۔ نیز ایک نسخہ دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی لائبریری میں بھی موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قدوسی: اعجازالحق، تاریخ سندھ، ج ۱، ص ۲۵۸، اردو سائنس بورڈ کراچی، ۱۹۸۶ء

۲۔ ٹھٹوی: سید عبدالقادر، حدیقۃ الاولیاء (فارسی) ص ۱۲۱، سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد، ۱۹۶۷ء

۳۔ قاسمی: علامہ غلام مصطفیٰ، مقدمہ قرآن مجید مترجم فارسی ص ۱۹ ط، سندھی ادبی بورڈ، ۱۴۰۱ھ

۴۔ قلیچ بیگ : شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ، املھ مانک مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد

۵۔ ہالائی : مخدوم غلام حیدر، سکینۃ الروح، ص ۴۸ ۔ ۵۰ (قلمی)

۶۔ ہالائی: غلام رسول صدیقی ہالائی، دلیل الایمان وارشاد الطالبین قلمی ص ۱۹۰

۷۔ مقدمہ قرآن مجید مترجم فارسی علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی، ص ۲۳

۸۔ ایضاً، ص ۲۵ ۔ ۲۶

۹۔ صدیقی: غلام رسول صدیقی ہالائی، دلیل الایمان دارشاد الطالبین (قلمی۔ سندھی) ص ۱۹۰ ۔ ۱۹۱

۱۰۔ مقدمہ قرآن مجید مترجم فارسی علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی ص ۲۸

۱۱۔ صدیقہ الاولیاء، عبدالقادر ٹھٹوی، ص ۳۹

۱۲۔ مقدمہ قرآن مجید مترجم فارسی، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی، ص ۲۹

۱۳۔ السرخسی: شمس الدین ابوبکر محمد بن ابی سہل، کتاب المبسوط، ج ۱ پ ۷ ۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۹۷۸ء

۱۴۔ آلوسی: السید محمود، روح المعانی، ج ۴، ص ۵۰، دار الفکر بیروت، ۱۹۷۸ء

۱۵۔ مقدمہ قرآن مجید مترجم فارسی، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی، ص ۱۴

۱۶۔ حدیقتہ الاولیاء، عبدالقادر ٹھٹوی، ص ۱۳۲

۱۷۔ پنہور: فقیر حاجی (متوفی ۱۰۸۱ھ) دلیل الذاکرین قلمی ص ۴۲

۱۸۔ مقدمہ قرآن مجید مترجم فارسی، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی ص ۱۳

۱۹۔ ایضاً ص ۱۳

۲۰۔ القرطبی: ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، ج اول، ص ۸۸ ط، دار الکاتب العربی للطباعۃ والنشر القاہرہ، ۱۹۶۷ء

۲۱۔ الماوردی: ابوالحسن علی بن حبیب، النکت والعیون طبع وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ الکویت، سال ۱۹۹۴ء، ج ۱ ص ۶۱

۲۲۔ السیوطی: جلال الدین عبدالرحمن الامام، الدر المنثور، ج ۱، ص ۵۶۔ ۵۷

۲۳۔ مقدمہ قرآن مجید مترجم فارسی علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی ص ۵

۲۳۔أ الطبری: ابو جعفر محمد بن جدید، جامع البیان فی تاویل آی القرآن، ج ۱، ص ۱۸، شرکہ مکتبہ ومطبعہ البابی الحلبی، مصر، ط ۳، ۱۹۶۸ء

۲۴۔ تھانوی: مولانا شاہ اشرف علی حکیم الامت، تفسیر بیان القرآن، ج ۳ مکتبہ الحسن، لاہور

۲۵۔ ماہ نامہ فکر وشعور لاہور، انٹرویو مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

۲۶۔ سکینہ الروح مخدوم غلام حیدر صدیقی قلمی ص ۵۳

۲۷۔ مقدمہ قرآن مجید مترجم فارسی علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی ص ۱۵

★★★

بسم الله الرحمن الرحيم